عصرِ حاضر کے مسائل اور ان کا حل
(کتاب وسنت کی روشنی میں)

پروفیسر عبدالرؤف ظفر

آج کا انسان بے شمار مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ یہ مسائل معاشی بھی ہیں، سیاسی بھی اور اخلاقی بھی۔ کہیں انفرادی مسائل ہیں تو کہیں اجتماعی۔ قومی مسائل بھی ہیں اور بین الاقوامی بھی۔ آج کے اس ترقی یافتہ دور کا انسان ستاروں پر کمندیں ڈالنے اور چاند پر اپنا قدم جمانے کے باوجود گونا گوں مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ معاشی اور معاشرتی مسائل میں بڑھتی ہوئی آبادی، ناخواندگی اور جہالت، بے روزگاری، بیماری، مہنگائی، معاشی بدحالی اور ناہمواریاں قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح طبقاتی کشمکش، نسلی امتیاز، آزادیٔ نسواں کا مسئلہ، عائلی نظام میں شکست وریخت کا عمل، منشیات کا استعمال، شراب نوشی، لاقانونیت، ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کا جنون، مذہب سے دوری ومعاشرتی بے راہ روی، الحادودہریت، معاشرتی بدحالی اور بدامنی، بین الاقوامی بدنظمی، بے حیائی اور مغرب کی اندھی تقلید پریشان کن مسائل ہیں۔ عصرِ جدید کے ان تمام مسائل کا حل اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں موجود ہے۔ اللہ کی کتاب قرآن مجید کے بارے میں کہا گیا ہے:

إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ أَقْوَمُ (الاسراء-۹)

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ سیرت ایک مکمل دستورِ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

تمھارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

آ یئے دیکھیں کہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ مبارکہ میں ان مسائل کا کیا حل ہے؟

۱- آبادی میں اضافہ

جدید دور کا سب سے اہم مسئلہ بڑھتی ہوئی آبادی ہے۔ تیسری دنیا میں اب اس اضافہ کی شرح تین فی صد سالانہ ہے جس کی وجہ سے ہر سال تقریباً ۷۵ ملین افراد کا اضافہ ہو رہا ہے۔ روزگار اور بہتر معیارِ زندگی کے لیے شہروں کی طرف نقل مکانی کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ ۲۰۳۰ء تک شہری اور دیہی آبادی میں تناسب بالکل بدل جائے گا۔

بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلہ کے حل کے سلسلے میں جب ہم کتاب وسنت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اولاد کو اس اندیشہ سے قتل نہ کیا جائے کہ وہ رزق میں حصّہ دار ہو جائیں گے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوٓا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيرًا (الاسراء:۳۱)	اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔

اسلام آبادی میں اضافہ کے مسئلے کا حقیقی حل اضافہ پیداوار کی شکل میں تجویز کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ (الاعراف:۱۰)	ہم نے تم کو زمین میں قدرت دی اور اس میں تمھارے وسائلِ معیشت بنائے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''رزق کا دروازہ عرش تک کھلا ہے اور اسبابِ معیشت غیر محدود ہیں''۔[۱]

انسانی آبادی رحمت ہے، اگر اسے صحیح سمت میں لگایا جائے اور منصوبہ بندی سے کام لیا جائے تو اضافۂ آبادی مسئلہ نہیں بلکہ Man Power کے طور پر انسانی ترقی کے لیے نفع بخش ہو سکتا ہے۔ زمین انسان کا مسکن ہے:

وَلَكُمْ فِى الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ (البقرۃ:۳۶)	اور تمھارے لیے زمین میں ٹھہرنا ہے اور کچھ وقت کے لیے فائدہ اٹھانا ہے۔

رزق مہیا کرنا اللہ کے ذمے ہے: ارشادِ خداوندی ہے: **نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُم مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِى الۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا**.(الزخرف:۳۲) (ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کو تقسیم کردیا)۔

ان آیات کریمہ اوراحادیث نبوی ﷺ کے حوالے سے انسانی آبادی میں اضافہ اس وقت باعث تشویش ہوگا جب لوگ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے تقدیر کے منتظر ہوں گے، ورنہ قدرت نے جو وسائل معیشت رکھے ہیں، عقل سے کام لے کران کے استعمال کرنے سے یہ مسئلہ آسانی سے حل ہوسکتا ہے۔

۲-ناخواندگی اور جہالت

جہالت کا خاتمہ اور تعلیم کا فروغ عصر حاضر کی ایک اہم ضرورت ہے، کیونکہ عالم اسلام سائنسی میدان اور تعلیم کی دنیا میں اقوام عالم سے بہت پیچھے ہے۔اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہم ناخواندگی کی تاریکی کو علم کی روشنی میں کیسے تبدیل کریں؟ تاکہ ہم بھی مغربی اقوام کی طرح ترقی کی منازل طے کرسکیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فروغ تعلیم سے متعلق ارشاد فرمایا:
"**طلب العلم فریضة علی کل مسلم**" [۲] (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود نبی اکرم ﷺ کو طلب علم کی دعا کی تلقین کی گئی ہے: **قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِىۡ عِلۡمًا** (طہ:۱۱۴) (کہیے! اے میرے رب مجھے زیادہ علم عنایت فرما)۔

اہلِ علم کو اللہ کے ہاں زیادہ عزت دے کران کی برتری کا اظہار قرآن میں یوں کیا گیا ہے:
قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ (الزمر:۹) (کہہ دیجئے! کیا اہل علم اور وہ جو علم نہیں رکھتے، برابر ہوسکتے ہیں)۔

علم سے ہی اللہ کے قانون اور ضابطے کی صحیح پہچان ہوتی ہے۔ارشاد ربانی ہے: **إِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا** (فاطر:۲۸) (اللہ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں)۔حدیث نبوی ﷺ ہے: "**خیر کم من تعلّم القرآن وعلّمه**" [۳] (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے)۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: "انما بُعثت معلّما"[۴] (مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے)۔ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے گھر میں، پھر دار ارقم اور شعب ابی طالب میں تعلیم دین کا سلسلہ قائم رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر بھی علمی مرکز تھا۔ بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد آپؐ نے مدینہ کے لیے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر روانہ فرمایا کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم دیں۔[۵] مدینہ میں مسجد نبوی کے اندر صفہ کی درس گاہ تھی۔ اسی طرح دیگر مساجد میں بھی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری تھا جن میں سے مسجد قبا کا ذکر ابن عبدالبر نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"حدثني عشر من اصحاب رسول الله ﷺ قالوا كنا نتدارس العلم في مسجد قبا اذ خرج علينا رسول الله فقال: تعلّموا ما شئتم ان تعلّموا فلن يأجركم الله حتى تعملوا"[۶]

نبی ﷺ کے دسیوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم لوگ مسجد قبا میں علم دین سیکھتے اور پڑھتے پڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ ہمارے پاس آئے اور فرمایا: جو چاہو تم لوگ پڑھو جب تک عمل نہیں کرو گے اللہ اجر وثواب نہیں دے گا۔

مسجد نبوی کا وہ ستون جس سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے ایک معاملے میں خود کو مجرم سمجھ کر اپنے آپ کو باندھ لیا تھا، یہاں تک کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی، نبی ﷺ اس کے پاس اکثر نوافل پڑھا کرتے تھے اور یہیں صبح کی نماز کے بعد تعلیمی مجالس قائم فرماتے اور اپنے اصحاب کو دین کی تعلیم دیتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نماز فجر ادا فرما لیتے تو ہم لوگ آپؐ کے پاس بیٹھ جاتے اور ہم میں سے کوئی آپؐ سے قرآن کے بارے میں سوال کرتا، کوئی فرائض کے بارے میں دریافت کرتا اور کوئی خواب کی تعبیر معلوم کرتا تھا۔[۷]

عہد نبوی ﷺ میں گھر گھر قرآن حکیم کی تعلیم کا رواج ہو گیا تھا۔ گھریلو مکاتب قائم ہو گئے تھے۔ صحابۂ کرام، ان کی بیویاں، بیٹے، پوتے وغیرہ قرآن سے استفادہ کرتے تھے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ نبی ﷺ نے مستقبل میں علم دین اٹھ جانے کی بات کہی تو حضرت زیاد بن لبید انصاری بیاضی رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا:

كيف يختلس منا وقد قرأنا القرآن فو الله لنقرأنه نساءنا وأبناءنا ۸	علم ہم سے کیسے اٹھالیا جائے گا حالانکہ ہم نے قرآن پڑھ لیا ہے۔ خدا کی قسم، ہم اپنی عورتوں کو پڑھائیں گے اور اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے۔

اس سے مدینہ میں قرآن اور دینی تعلیم کے لیے گھریلو مدارس کی کثرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

نبی ﷺ نے تعلیم و تعلّم کا اہتمام اگرچہ مکہ میں بھی کیا تھا، لیکن مدینہ پہنچ کر تعلیمی و تبلیغی سرگرمیوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ اس کے باوجود مسلمانوں میں عربی لکھنے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس زمانہ میں عربی رسم الخط اپنی ابتدائی حالت میں تھا۔ اسی وجہ سے اس کا سیکھنا بے حد مشکل تھا۔ جنگ بدر میں جب قریش کے ستّر سرکردہ افراد گرفتار ہو کر آئے تو پتہ چلا کہ ان میں سے چند ایسے قیدی بھی ہیں جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ نبی ﷺ نے موقع غنیمت جانتے ہوئے ان کے لیے شرط مقرر کی کہ اگر ان میں سے ہر قیدی مدینہ منورہ کے دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا تو انہیں رہا کر دیا جائے گا اور یہ تعلیمی خدمت ہی ان کی رہائی کا سبب بن جائے گی۔۹

۳- جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام

عصرِ جدید کا ایک اہم مسئلہ جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ یہ طبقات سیاست اور ملکی وسائل پر قابض ہیں اور غریب محنت کش مزدور دو وقت کی روٹی کے لیے بھی پریشان ہے۔ اس سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام نے دنیا کے تمام لوگوں کو اپنے آہنی شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے جس فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی اس میں سرمایہ داری کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپؐ نے کسب حلال کا حکم دیا، سود کی ممانعت فرمائی، جوئے، سٹے، ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی، ناجائز منافع خوری کو حرام قرار دیا۔ رزق حلال کمانے کی ترغیب قرآن میں یوں دی گئی ہے: يَآ أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالاً طَيِّباً

وَلا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِين (البقرۃ:۱۶۸)(اے لوگو! زمین میں جو حلال پاکیزہ ہے اس سے کھاؤ اور شیطان کے نشانات کے پیچھے نہ چلو وہ تمھارا واضح دشمن ہے)۔اسلام نے وہ تمام راستے بند کر دیے ہیں جو ناجائز ذرائع آمدنی کا سبب ہیں۔سود کے متعلق ارشاد ہے: يَـآيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُون (آل عمران:۱۳۰)اے ایمان والو! کئی گناہ کر کے سود نہ کھاؤ اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال کھانے کی ممانعت کی گئی:

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ (النساء:۲۹) (اے لوگو جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضا مندی سے)۔

زکوٰۃ کا فلسفہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا''تُوخذ من اغنیائهم وتُردّ الی فقرائهم'' ۱۰؎ (زکوٰۃ ان کے مال داروں سے لی جائے اور ان کے فقراء میں لوٹائی جائے)۔رسول اللہ ازخود کبھی کسی سائل کو خالی نہ لوٹاتے تھے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے مشرک آقا سے خرید کر آزاد کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''ربحت تجارۃ ابی بکر'' ۱۱؎(ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تجارت فائدہ مند ثابت ہوئی) اسلام میں امیر اور غریب آپس میں بھائی بھائی اور ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں۔دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی تلقین کی گئی ہے۔مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ اہل مجلس میں دولت مندی اور دنیاوی خوشحالی کا کچھ تذکرہ کرنے لگے(کہ یہ چیز اچھی ہے یا بُری اور دین اور آخرت کے لیے مضر ہے یا مفید) تو آپؐ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے (اور اس کے احکام کی پابندی کرے) اس کے لیے مالداری میں کوئی مضائقہ نہیں اور کوئی حرج نہیں اور صحت مندی صاحبِ تقوٰی کے لیے دولت مندی سے بھی بہتر ہے اور خوش دِلی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے (جس پر شکر واجب ہے)۔۱۲؎

۴-غربت

عصرِ جدید کا اسی سلسلے کا ایک سنگین مسئلہ غربت ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک نے تجارتی اور اقتصادی میدان میں اپنی اجارہ داری قائم کررکھی ہے،جس کی وجہ سے پس ماندہ ممالک اقتصادی طور پر کم زور ہو گئے ہیں۔ترقی یافتہ ممالک نہ تو پس ماندہ ممالک کی اشیاء خریدتے ہیں اور نہ دلی طور پر ان کی معاشی ترقی اور اقتصادی برتری دیکھنا چاہتے ہیں۔سودی نظام کی پابندیوں سے ان کی معاشی حالت مزید خراب ہوتی جا رہی ہے،جبکہ ترقی یافتہ ممالک آپس میں ہی تجارت کو فروغ دیتے ہیں۔سیرت نبوی میں اس مسئلے کا حل موجود ہے۔نبی اکرم ﷺ نے ایک فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی۔نظامِ زکوٰۃ وصدقات کے ذریعے غربت کا خاتمہ کیا اور معاشی طور پر ایک دوسرے کی مدد کو رواداری اور اخوت کا نام دیا۔اللہ نے مال داروں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا نبی ﷺ کو حکم دیا: **خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا** (التوبۃ:۱۰۳) اے نبی تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ۔

سود کو اللہ نے اپنے اور رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ قرار دیا ہے،کیونکہ غربت کی ایک وجہ سودی لین دین بھی ہے۔ارشاد فرمایا: **يَآيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ .فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ** (البقرۃ:۲۷۸-۲۷۹) (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو،خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمھارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو،اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا،تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی طرف سے تمھارے خلاف اعلانِ جنگ ہے)۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**الربا سبعون حوبًا أيسرها أن ينكح الرجل أمّه**"[۱۳] (سود کی ۷۰ سے زیادہ قسمیں ہیں،اس کی کم ترین قسم کی شناعت اتنی ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے)۔رسول اللہ ﷺ نے جب سود کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا تو ساتھ ہی یہ بھی اعلان کردیا کہ: میں سب سے پہلے اپنے چچا عباس کا سود معاف کرتا ہوں۔[۱۴] اسی طرح آپ ؐ نے فرمایا: "**اقسموا المال بین اهل الفرائض علی کتاب الله**" [۱۶]

(مستحقینِ میراث میں کتاب اللہ کے مطابق مال تقسیم کرو)۔اسلامی معاشرے میں ہر سطح پر گردش دولت کو ہی معاشرتی زندگی کا اصول قرار دیا گیا ہے اور صرف مال داروں کے درمیان اس کے محصور رہنے کی مذمت کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُم (الحشر:۷)(تا کہ وہ تمھارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے)۔

اسی طرح اہل ایمان کی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اپنی ضرورت اور احتیاج کے باوجود دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں: وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الحشر:۹)(اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں)۔انھیں تلقین کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جن نعمتوں سے نوازا ہے ان میں اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی شریک کریں۔نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (المعارج:۲۴-۲۵)(جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے غربت کے خاتمہ کے لیے متعدد عملی اقدامات کیے۔ایک دفعہ ایک شخص کو آپ نے مانگتے ہوئے دیکھا تو اس کو بلا کر دریافت فرمایا: تمھارے گھر میں کوئی چیز ہے۔اس نے کہا: ایک موٹا کمبل ہے جس کا کچھ حصّہ اوڑھ لیتا ہوں اور کچھ حصّہ بچھا لیتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا: وہ دونوں چیزیں لے آؤ۔جب وہ دونوں چیزیں لے آیا تو آپ نے انھیں اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: ان دونوں چیزوں کو کون خریدنا چاہتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں انھیں ایک درہم میں خریدوں گا۔آپؐ نے فرمایا کوئی ایک درہم سے زیادہ دے گا؟ ایک اور آدمی نے کہا: میں انھیں دو درہم میں خرید لوں گا۔آپؐ نے وہ دونوں چیزیں دے کر اس سے دو درہم لیے اور مانگنے والے شخص کو دے کر فرمایا: ایک درہم سے غلّہ خرید کر اپنے گھر والوں کو دے دو اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ جب وہ اسے لایا تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اس میں دستہ لگایا اور فرمایا: جاؤ، جنگل میں اس سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: میں تمھیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔ وہ آدمی چلا گیا اور لکڑیاں کاٹتا

اور بیچتا رہا، یہاں تک کہ پندرہ دن کے بعد وہ آیا تو اس کے پاس دس درہم تھے۔ اس نے کچھ درہم سے کپڑے اور کچھ سے غلّہ خریدا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمھارے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ مانگنے کی وجہ سے قیامت کے دن تمھارے چہرے پر سیاہی ہو۔[16]

دورِ نبوی ﷺ میں مسلمان محنت مزدوری کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی دست سوال دراز کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ سب میں خودداری تھی، محنت کی فضا تھی۔

رسول اللہ ﷺ غرباء سے محبت کرتے تھے اور اُن میں بیٹھنا پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے ''ابغونی فی ضعفاء کم، فانما ترزقون او تنصرون بضعفاء کم''[17] (مجھے کمزوروں میں تلاش کرو، تمہیں کمزوروں کے سبب ہی رزق دیا جاتا ہے یا انہی کے سبب تمہاری مدد کی جاتی ہے) آپ دعا فرمایا کرتے تھے: ''اللھم احینی مسکیناً وامتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین یوم القیامۃ''[18] (اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں مجھے موت دے اور مجھے قیامت کے دن مسکینوں کے زمرے میں اٹھا)۔

۵- آزادیٔ نسواں

موجودہ تہذیب کا ایک نعرہ عورت کی آزادی، مساوات اور ترقی کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کے ان پہلوؤں کو نظر انداز کر کے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے، حالانکہ مغرب نے مساوات مرد و زن اور ترقی نسواں کے پُرفریب نعروں میں عورت کو گرفتار کر کے اسے زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے برابر بلکہ ان سے بھی آگے نکال دیا ہے۔ وہ اب صرف نائٹ کلبوں کی زینت ہی نہیں، بلکہ مردوں کی ہوس کا سامان بننے کے لیے پرسنل سکریٹری، ٹائپسٹ کے قدرے شائستہ روپ سے بڑھ کر ایئر ہوسٹس اور فوٹو گرافر تک نظر آتی ہیں۔ تشہیر کے لیے بھی عورت کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے معاشرے میں سکون کے بجائے ذہنی پریشانی اور نفرت کا دور دورہ ہے۔ جبکہ اسلام نے بحیثیت انسان مرد و زن کو برابر قرار دیا ہے۔ عقائد کے لحاظ سے بھی دونوں میں مساوات ہے، نیکی اور بدی کی جزا و سزا کے لحاظ سے دونوں یکساں ہیں۔ جرائم کی سزا کے لحاظ سے

بھی دونوں میں برابری ہے۔ ملکیت رکھنے کے لحاظ سے بھی ہر ایک کو اپنی ملکیت میں تصرف کی اجازت ہے۔ اسلام مرد اور عورت میں ان کی فطری صلاحیتوں، جسمانی ساخت اور ذمہ داریوں کے لحاظ سے فرق کرتا ہے۔ وہ گھر کے تمام مالی امور مرد کے ذمہ قرار دیتا ہے اور نسل کی پرورش عورت کی ذمہ داری بتاتا ہے۔ جہاں تک عورت کی آزادی کا تعلق ہے، پیغمبر علیہ السلام کے زمانہ میں بھی عورت کو اپنی بات کہنے کی آزادی تھی۔[19] چنانچہ قرآن کریم نے حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ (المجادلۃ:۱)

اللہ نے سن لی اُس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملے میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کیے جاتی ہے۔ اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ حضرت اسماءؓ حاضر خدمت ہوئیں اور مندرجہ ذیل تقریر کی: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان! میں مسلمان عورتوں کی طرف سے یہ پیغام لے کر آئی ہوں کہ اللہ نے آپ کو مرد و زن دونوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ ہم سب آپؐ کے متبع ہیں اور آپؐ پر ایمان لائے ہیں، مگر ہم میں اور مردوں میں بڑا فرق ہے۔ ہم گھروں میں محصور ہیں اور اولاد کو پالتی ہیں اور مرد نماز جمعہ اور نماز جنازہ میں شرکت کرتے ہیں، حج کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ ہم ان تمام معاملات میں مردوں کے ساتھ نہیں ہیں۔ ہم ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، لباس کے لیے چرخہ کاتتی ہیں تو کیا ہم اجر و ثواب میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں گی؟ ان کی تقریر سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم لوگوں نے مذہب کے بارے کبھی کسی عورت سے ایسی گفتگو سنی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہمیں تو کبھی اس بات کا خیال تک نہ آیا کہ کوئی عورت ایسا سوال کر سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی رضامندی، فرماں برداری اور موافقت کرتی ہے اور زوجیت کے فرائض ادا کرتی ہے تو اسے بھی مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔[20]

۶-مذہبی تعصب، بدامنی اور بین الاقوامی بدنظمی

بعثت نبوی کے وقت امن عالم کی حالت نا گفتہ بہ تھی۔اس وقت کی دو متمدن سلطنتیں روم اورفارس آپس میں برسرِ پیکار تھیں۔بڑی طاقتوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے پورا عالمی امن تباہ تھا۔دولت چند ہاتھوں میں مرتکز تھی۔معاشرہ میں طبقاتی کشمکش تھی۔مختلف مذاہب کے پیروکار مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی کے رجحانات رکھتے تھے۔ہر طرف پریشانی کا عالم تھا۔قرآن مجید نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاس (الروم:۴۱)(خشکی اور تری میں فساد عام ہو گیا اس وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے کمایا) چنانچہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ کے متعلق ارشاد فرمایا:قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ. يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيم (المائدۃ:۱۵-۱۶)تمھارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اُجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی راہ نمائی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مذہبی تعصب کو ختم کرنے کے لیے توحید کی دعوت دی جو کہ تمام انبیاء کی مشترکہ دعوت تھی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ اشْهَدُواْ بِأَنَّا مُسْلِمُون (آل عمران:۶۴)

اے نبی ﷺ کہو "اے اہل کتاب، آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے۔یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے۔اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی واطاعت کرنے والے) ہیں۔

اسی طرح پیغمبر ﷺ نے دیگر تمام معاملات میں جن میں لوگوں کے درمیان اختلاف اور برتری کا جذبہ پایا جاتا تھا، مساوات کی تعلیم دی اور ہر طرح کے تفاوت کا خاتمہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَآیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُم مِّن ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَ اللّٰهِ اَتْقٰکُم (الحجرات:۱۳)

لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمھاری قومیں اور برادریاں بنا دیں، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

اور حضور نبی کریم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''کسی کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر، کسی عجمی کو عربی پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقوٰی کے''۔[۲۱]

۷- دہشت گردی

قبل از اسلام عرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ بات بات پر جھگڑنا ان کا قومی شعار بن چکا تھا۔ پھر قبائلی رقابت اور نسلی تفاخر ان جھگڑوں کو مستقل جنگوں کی شکل میں تبدیل کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ان میں 'ثأر' کا عقیدہ راسخ ہو چکا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ جب تک مقتول کے خون کا بدلہ نہ لیا جائے، اس کی روح پرندے کی شکل اختیار کر کے مسلسل چیخ و پکار کرتی رہتی ہے کہ میں پیاسی ہوں اور یہ پیاس صرف قاتل یا اس کے قبیلے کے کسی فرد کا خون بہانے سے ہی بجھ سکتی ہے۔ اس عقیدے کے تحت اگر قبائل میں جنگ چھڑ جاتی تو بعض اوقات بیسیوں سال تک جاری رہتی تھی۔

دنیا سے فتنہ و فساد ختم کر کے اللہ کا دین قائم کرنے کی ذمہ داری ہی حقیقتاً وہ مقصد تھا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو دنیا ظلم سے بھری ہوئی تھی۔ آپؐ نے اس عالمی دہشت گردی کو بڑے منظّم انداز سے ختم کیا۔ آپ نے بسا اوقات ایسے اقدامات کیے جن میں بظاہر تو اپنا نقصان معلوم ہوتا تھا، لیکن اس کے نتائج بڑے اچھے انداز میں ظاہر ہوئے''۔[۲۲]

٨-شراب نوشی

شراب نوشی موجودہ دور کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ پوری دنیا اس میں مبتلا ہے۔ اس مسئلہ کو بھی کتاب وسنت کی روشنی میں حل کیا جا سکتا ہے۔

شراب کا عرب میں اس قدر رواج تھا کہ ہر انسان اس میں مبتلا تھا۔ بچے اور عورتیں شراب پلانے پر مامور ہوتے، شراب خانے ممتاز مقامات پر سارا وقت کھلے رہتے اور پہچان کے لیے وہاں جھنڈے لہراتے رہتے تھے۔

شراب کی حرمت کا حکم تدریج کے ساتھ نازل ہوا۔ شروع میں اس کے نقصانات واضح کیے گئے۔ سورۂ بقرہ میں ہے: **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ** (البقرۃ:٢١٩) (وہ پوچھتے ہیں: شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہو: ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے۔ اگرچہ ان میں لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں)۔

ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نماز میں امامت کرتے ہوئے کچھ الفاظ غلط پڑھ گئے۔ اس کے بعد نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت کی گئی ہے: **لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكٰرٰى** (النساء:٤٣) (جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ)۔ پھر بھی لوگوں نے بالکلیہ شراب سے کنارہ کشی اختیار نہ کی اور نماز کے بعد شراب پیتے رہے۔ ایک مرتبہ چند انصار اور مہاجروں میں شراب نوشی کی حالت میں معمولی سی جھڑپ ہوگئی جو بڑھ کر سخت لڑائی تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد شراب نوشی بالکلیہ حرام کردی گئی: **يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (المائدۃ:٩٠) (اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور آستانے اور پانسے سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہوگی) یہ خبر سنتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے پیالے اور شراب کے برتن توڑ ڈالے اور شراب مدینہ کی گلیوں میں پانی کی طرح بہادی گئی اور یوں امت نے شراب کو خیر باد کہا''۔[٢٣]

حواشی و مراجع

۱۔ النسفی، ابوالبرکات، ابوعبداللہ بن احمد، کنز الدقائق (محمد سعید اینڈ سنز، قرآن محل، کراچی) ص ۴۱۵

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ح ۲۲۴

۳۔ البخاری، الجامع الصحیح، ح ۵۰۲۷

۴۔ ابن ماجہ، السنن، ح ۲۲۹

۵۔ السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام، ۱/ ۶۷

۶۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، دارالفکر، بیروت، ۲/ ۸

۷۔ محمد بن محمد الفاسی، جمع الفوائد، المکتبہ الاسلامیہ سمندری فیصل آباد، ۱/ ۴۸

۸۔ ترمذی، السنن، ح ۲۶۵۳

۹۔ ابن کثیر، سیرت النبی ﷺ (اردو ترجمہ)، مکتبہ قدوسیہ لاہور، طبع اوّل ۱۹۹۶ء، ۱/ ۶۲۱

۱۰۔ البخاری، الجامع الصحیح، ح ۱۳۹۵

۱۱۔ مسلم، الجامع الصحیح، ح ۶۸۵۸

۱۲۔ ڈاکٹر عبدالحیٔ، اسوہ رسولِ اکرم ﷺ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص ۶۹

۱۳۔ ابن ماجہ، السنن، ح ۲۲۷۴

۱۴۔ ڈاکٹر نثار احمد، خطبہ حجۃ الوداع، انسٹی ٹیوٹ آف سیرت اسٹڈیز، کتاب سرائے، لاہور، ص ۱۸۶

۱۵۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفرائض، ح ۱۶۱۵

۱۶۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الزکوٰۃ، ح ۱۶۴۱

۱۷۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الجہاد، ح ۱۷۰۲

۱۸۔ اترمذی، السنن، کتاب الزھد، ح ۲۳۵۲

۱۹۔ نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں، ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور، ص ۱۲۰-۱۲۱

۲۰۔ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب، ابن عبدالبر، تذکرۃ اسماء بنت یزید بن السکن

۲۱۔ خطبہ حجۃ الوداع، ص ۹۶

۲۲۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، رسول اکرم بحیثیت سپہ سالار، مکتبہ السلام وسن پورہ لاہور، ص ۴۱-۴۴

۲۳۔ عبدالمجید، آخری نبی ﷺ اور ان کی تعلیمات، فضلی سنز، اردو بازار کراچی، ص ۴۲۳